دینی واصلاحی جلسے..... چند قابلِ توجہ پہلو

مولانا نایاب حسن قاسمی، انڈیا

علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے اقوال کی روشنی میں انہیں پوری امت پر وہ فضیلت و برتری حاصل ہے، جو امت کے دوسرے افراد وطبقات کو حاصل نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کے عابدوں پر عالموں کو فضیلت دی ہے۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۲۶۸۷) آپ ﷺ نے ایک حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ: ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔'' (المقاصد الحسنہ، حدیث: ۶۷۰) قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: ''علم والے اور بے علم لوگ برابر نہیں ہوسکتے۔'' (الزمر: ۹) اس سے بھی مراد وہی اہلِ علم ہیں، جو دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے، خدائے تعالیٰ کی تخلیقات میں غور و تدبر کرنے والے اور کائنات کے ذرات میں مخفی فطرت کے اشاروں کو سمجھنے والے ہیں۔ پھر علماء کو یہ مقام ومرتبہ یوں ہی نہیں مل گیا ہے، بلکہ اس کے بے شمار تقاضے بھی ہیں اور اَنیک ذمے داریاں بھی کہ:

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

نبی اکرم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اس دینِ متین کے تحفظ و بقا اور اس کی ترویج واشاعت کی ساری ذمے داری علمائے امت کے کندھوں پر ہے، یہ ان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ دین کے علوم کو حاصل کرکے اگلی نسل تک پہنچائیں اور امت کی عملی، فکری وعقائدی خامیوں کو دور کرنے کے جتن کریں، ان کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبوی صفات وخصوصیات سے آراستہ کریں اور امت کے سامنے ایک بہترین عملی نمونہ بنیں، ان کی ذمے داری یہ بھی ہے کہ وہ موجودہ ناگفتہ بہ دور میں دینِ اسلام کی عصری معنویت اور اس کی دائمی آفاقیت وعالمگیریت سے لوگوں کو آشنا کروائیں اور جو لوگ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے سے اِنکاری ہیں یا جو مانتے ہیں، مگر ان کی عملی دنیا گمرہی و کج روی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے، اُنہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ بحمد اللہ! ایسے علماء ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں اور آج کے تشویش ناک ماحول میں بھی ایسی خدامست ہستیاں روئے زمین کے ہر خطے میں پائی جاتی ہیں، جن کی نظروں سے دلوں کی دنیا بدلتی، جن کی باتوں سے پژمردگیِ قلب وروح ختم ہوتی اور جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے، ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو اپنی مسحورکن اور اثر وتاثیر میں ڈوبی ہوئی باتوں کے ذریعے حق

کے کٹر سے کٹر دشمن کو اسلام کا ہمنوا بنالینے کی غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں اور ان ہی لوگوں کی بدولت آج اسلام دنیا میں سب سے زیادہ قبول کیے جانے والے مذاہب میں اول نمبر پر ہے، اگر چہ ایسے افراد کی بھی کمی نہیں، جو اپنے دل، قلب اور روح میں برپا ہونے والی ہلچل سے عاجز آکر سکون کی تلاش میں اسلام کی بنیادی تعلیمات، قرآنِ مقدس اور احادیثِ مبارکہ کو پڑھتے اور ان کی غیر معمولی جاذبیت انہیں دامنِ اسلام کی جانب کھینچ لے آتی ہے، مگر اس کے باوجود شخصیتوں کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتابوں کے ساتھ نبیوں اور رسولوں کو بھی مبعوث فرمایا تھا۔

یہ علماء تبلیغِ اسلام اور معاشرے کی اصلاح کے لیے ہر دور میں الگ الگ طریقے اختیار کرتے رہے ہیں، اِن ہی میں سے کچھ طریقے وہ ہیں جو آج کل بہت رائج ہیں، مثلاً: تبلیغی تحریک کی شکل میں، اس طرح کہ کچھ لوگوں کی ایک جماعت دنیا بھر کے مختلف ملکوں، شہروں، دیہاتوں کی مسجدوں میں جاکر قیام کرتی اور وہاں گردوپیش میں رہنے والے اُن مسلمانوں کو دین کے مبادیات سے واقف کراتی اور انہیں مسجد کی طرف لاتی ہے، جو باوجود مدعیِ اسلام ہونے کے دین کے بنیادی ارکان کی ادائیگی سے غافل ہوتے اور انہیں بنیادی تعلیمات کی بھی خبر نہیں ہوتی، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو اپنے علم ومطالعہ اور حیثیت وطاقت کے مطابق غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں اور ان کی کوششیں بھی بارآور ہوتی ہیں اور ایک طریقہ ہے جلسوں کا کہ کسی متعین شہر یا گاؤں میں، کسی متعین تاریخ میں ''اصلاحِ معاشرہ'' یا ''سیرتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)'' یا اسی قسم کے کسی عنوان کے تحت کسی دینی ادارے میں یا گاؤں کی کسی کھلی جگہ میں ایک پروگرام منعقد کیا جائے اور اس میں عام لوگوں کو دین کی باتیں بتلائی جائیں اور انہیں اسلام کی موٹی موٹی اور بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے، بلاشبہ یہ طریقہ بھی اسلام کے تعارف کی توسیع اور اس کی اشاعت اور ناخواندہ وعام مسلمانوں میں دینی شعور بیدار کرنے کے حوالے سے اہم ہے اور اس کے فوائد بھی حاصل ہوتے رہے ہیں، کم از کم ہندوستان میں تو اس قسم کے اجتماعی پروگرام یا جلسوں کی روایت صدیوں پرانی ہے، خود ہمارے نبی ﷺ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کر کے انہیں دین کے مسائل اور اخلاق کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

جلسے میں فی زمانہ متعدد خرابیاں در آئی ہیں، جو سنجیدہ قسم کے لوگ ایسے جلسوں میں بحیثیت سامع شریک ہوتے ہیں یا اُنہیں بطور مہمان مدعو کیا جاتا ہے، اُنہیں اندازہ ہوگا کہ فی الوقت ایسے بہت سے جلسوں سے اصلاح کا مقصد تو کم حاصل ہو رہا ہے، البتہ اس کے مقابلے میں فساد و بگاڑ کے نت نئے دروازے کھلتے جارہے ہیں، آپ تحقیق کریں، تو بہت سے ایسے ''مولوی نما'' جاہل ملیں گے، جو ان جلسوں میں ایک خاص فنکارانہ رنگ وآہنگ میں بے سرپیر کی باتیں کر کے، من گھڑت لطائف وظرائف سنا کر عوام کو ذہنی تفریح مہیا کراتے اور اپنی جیبیں بھرتے ہیں، رات میں دو دو، تین تین، چار چار گھنٹے ان کی لچھے دار تقریر ہوگی اور صبح پو پھٹنے سے پہلے ہی یہ لوگ اپنا ''نذرانہ'' ہتھیا کر چلتے بنتے ہیں، بہت سے

لوگ ان کی حقیقت سے واقف بھی ہوتے ہیں، مگر چوں کہ اب دین کے نام پر تفریح بھی لوگوں کا مزاج بنتا جا رہا ہے، سو وہ بھیڑ جمع کرنے کے لیے ایسے ہی لوگوں کو بلاتے ہیں، حالاں کہ ہندوستان بھر میں قابل، ذی علم و ذی ہوش علماء کرام کی کمی نہیں، جو صحیح معنوں میں ملت کا درد رکھتے ہیں اور وہ اس کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں اور کرنا بھی چاہتے ہیں، مگر چوں کہ عام طور پر وہ چرب زبان نہیں ہوتے، اس لیے:

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں!

ایک اور بہت بُری لت' مسلمانوں کو لگتی جا رہی ہے، وہ یہ ہے کہ دینی و اصلاحی جلسوں میں ایسے ادنیٰ درجے کے شاعروں کو بھی دھڑلّے سے بلایا جاتا ہے، جو فی الحقیقت گویّے ہوتے ہیں اور جن کی شاعری تو عام طور پر دینِ اسلام اور اس کی تعلیمات کی فضیلتوں پر مشتمل ہوتی ہے، مگر ان کا سراپا اور طرزِ عمل خود اُن کی چغلی کھا رہا ہوتا ہے، نتیجتاً ان کے اشعار سامعین کے کانوں کی عیاشی فراہم کرنے کے علاوہ کسی اور فائدے کا سبب نہیں بنتے، مزید یہ کہ ایک اصلاحی جلسہ اچھے خاصے مشاعرے میں بدل کر رہ جاتا ہے، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب جلسہ ایک رات کا ہے، کل وقت زیادہ سے چھ گھنٹے کا ہے، مقرروں کی تعداد کم از کم چار پانچ تو ہوتی ہی ہے، اوپر سے شعراء بھی تین چار سے کم نہیں ہوتے، تو اس جلسے میں کیا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ عموماً یہ جلسے' جلسے تو کم مگر مشاعرے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کا نتیجہ سوائے ''آمدند، نشستند، خوردند و رفتند' کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا، بلکہ بسا اوقات ان اجتماعی موقعوں پر ایسے ایسے حادثات بھی رونما ہو جاتے ہیں، جنہیں قلم و زبان پر لایا بھی نہیں جا سکتا۔ ان جلسوں کی ایک بڑی خامی، جو حالیہ چار پانچ سالوں میں متعارف ہو کر سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ مشاعروں کے طرز پر ان میں باقاعدہ ''اناؤنسر'' بھی بلائے جاتے ہیں، جن کی طولانی تمہیدات میں ہی پورے پروگرام کا کم و بیش ایک تہائی حصہ تو ضائع ہو جاتا ہے، عام طور سے یہ اناؤنسر حضرات زبان و بیان کے پیچ وخم سے نابلد ہونے کے ساتھ الفاظ و القاب کی لطافت و نازکی اور ان کے محلِ استعمال سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، بہت سے جلسوں میں یہ دیکھنے میں آیا کہ ایک واقعی قابل، عالم، فاضل اور باکمال مقرر کو سیدھے سادے الفاظ میں دعوت دے دی گئی، جبکہ ایک ''پینترے باز'' مقرر کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے گئے۔ بے جا القاب کا استعمال تو ہمارے مذہب میں یوں بھی ممنوع ہے، ہمارے نبی ﷺ نے جتنے بڑے بڑے شاہانِ عصر کو اپنے مکتوبات روانہ فرمائے تھے، ان کے سرناموں میں صرف ''محمد بن عبداللہ'' لکھوایا اور اندر صرف ''رسول اللہ''، آپ ﷺ نے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''تم لوگ میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائیاں مت کیا کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا، میں تو محض اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، لہٰذا تم مجھے عبداللہ اور رسول اللہ ہی کہا کرو''۔ (صحیح بخاری، ح:۳۲۱۳) تو کیا ضرورت ہے کہ ہم کسی کی وقتی خوش نودی حاصل

کرنے اور واہ واہی بٹورنے کے لیے خواہ مخواہ لفظوں کا پُر شور دریا بہائیں۔

یہ ایک بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے، علماء کرام کو اس طرف توجہ دینی چاہیے، یہ بہت اچھی اور قابلِ قدر بات ہے کہ ہم معاشرے کی اصلاح کی مہم چلا رہے ہیں، مگر ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ اس کے پردے میں نادانستہ طور پر ایسے اقدامات تو نہیں کر رہے، جو معاشرے کے مزید بگاڑ اور فساد کا سبب بن رہے ہیں؟ ایسے پیشہ ور خطباء، واعظین اور شعراء کی ایک پوری کھیپ میدان میں اُتری ہوئی ہے، جو قول وعمل کے تضاد، فکری سطحیت، علمی اِفلاس، ذہنی پسماندگی و پس گردی، اخلاقی زوال، نظر اور نظریے کی بے سمتی کی شکار ہے اور نتیجتاً اِن اصلاحی جلسوں سے ملت کو فائدے کی بجائے نقصان ہی اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ اگر عام مسلمان اپنی محنت اور خون پسینے سے کمائے ہوئے روپے پیسے دین اور اصلاح کے نام پر اکٹھا کر کے کوئی جلسہ منعقد کرتے اور اس میں شریک ہونے والے علماء ومقررین اور مہمانوں کو منہ مانگی رقمیں دیتے ہیں، تو یہ اُن کا حق ہے کہ ان کی صحیح رہنمائی کی جائے، اُنہیں دین کی صحیح باتیں بتائی جائیں، اُنہیں ملک کے موجودہ تشویش ناک حالات سے باخبر کر کے اُنہیں سلام کی صحیح نمایندگی کی تلقین کی جائے، نہ یہ کہ اُنہیں محض چند تفریحی باتیں سنا کر ٹرخا دیا جائے اور مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ دین اور اصلاح کے نام پر کیے جانے والے پروگرام کو تفریحِ طبع کا رنگ نہ دیں، پہلے اپنے علاقے کے کسی قابل ومخلص عالمِ دین یا خطیب سے مشورہ کریں اور ان کے مشورے کی روشنی میں ہی پروگرام کا خاکہ بنائیں، تاکہ ان کی مادی ومعنوی کوششیں بار آور ہوں اور اُنہیں دین ودنیا کے تعلق سے مفید معلومات حاصل ہوسکیں۔ ابھی چوں کہ جلسوں کا موسم ہے اور مارچ سے لے کر جون تک یوپی اور بہار کے گاؤں دیہاتوں میں دینی جلسے تواتر کے ساتھ کیے جاتے ہیں، اس لیے یہ زمینی حقائق سپردِ قلم کر دیے گئے ہیں، تاکہ کسی منفی نظریہ کا مظہر گردانے کی بجائے حالات کا سنجیدگی ودیانت داری کے ساتھ جائزہ لینے اور معاملے کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ (بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند)